

عہد نبوی ﷺ کی سفارتی حکمت عملی کے نتائج اور اثرات

**THE RESULTS & EFFECTS OF THE DIPLOMATIC
STRATEGY OF THE PROPHET'S ERA**

DR HASEEN BANO

Ph.D. Scholar in MY University Islamabad

Email: b_haseen@yahoo.com

Bano, Haseen

**“THE RESULTS & EFFECTS OF THE DIPLOMATIC
STRATEGY OF THE PROPHET'S ERA”**

Al-Raheeq International Research Journal Vol 4, Issue. 2
(December, 31, 2025). Pg. No: 01-24

Journal Al-Raheeq International research
Journal

Journal <https://alraheeqirj.com>

homepage

Publisher Al-Madni Research Centre

License: Copyright c 2023 NC-SA 4.0
www.alraheeqirj.com

Published online: 2025-12-31

ISSN No:

Print version: 2959-7005

Online version: 2959-7013



عہد نبوی ﷺ کی سفارتی حکمت عملی کے نتائج اور اثرات

THE RESULTS & EFFECTS OF THE DIPLOMATIC STRATEGY OF THE PROPHET'S ERA

ABSTRACT:

The Prophet of Peace, **Prophet Muhammad ﷺ**, achieved remarkable success not only in the field of religious preaching but also in diplomacy and foreign relations. Throughout his twenty-three years of Prophethood, his fundamental strategy was to transform society by winning hearts rather than conquering lands through war or force. Those who accepted Islam experienced a deep sense of peace and security, which attracted even tribal leaders and elites to embrace or seriously consider the new social order. The Prophet ﷺ demonstrated exceptional tolerance and wisdom by granting time and space to those who sought reflection before making decisions. Although no formal diplomatic institutions existed during his era, treaties—especially defensive agreements—were conducted with clear principles of negotiation, trust, and mutual responsibility. The establishment and preservation of peace remained his foremost priority, as he believed that the true and lasting spread of Islam could only be achieved through moral integrity, justice, and peaceful coexistence.

KEYWORD: Peaceful, Diplomacy, Foreign relations, Treaty,

Moral leadership, coexistence, Justice, Tolerance

ممالک کے درمیان تعلقات میں سفارت کاری کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کیونکہ سفارت کاری کا بنیادی مقصد اقوام و ممالک کے ساتھ اپنے کو تعلقات پختہ کرنے کے ساتھ ساتھ دیگر اقوام کو اپنی اہمیت سے بھی آگاہ کرنا ہوتا ہے۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جس ملک کی خارجہ پالیسی مضبوط بنیادوں پر استوار ہوتی ہے وہی ملک طاقت و عروج کی بلندیوں کو جلد از جلد پالیتی ہے اور جس ملک کی خارجہ پالیسی کی بنیادیں کمزور ہوتی ہے وہ یا تو محکوم رہتی ہے اگر محکوم نہ سہی تو کمزور ریاستوں میں اس کا شمار ضرور کیا جاتا ہے، اس لیے خارجہ تعلقات میں سفارت کاری کے عمل سے منہ نہیں موڑا جاسکتا۔

اقوام و ممالک کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مملکتوں کے درمیان تعلقات چاہے سماجی ہو یا سیاسی، اقتصادی ہو یا ثقافتی، ان کے فروغ کے لیے قدیم زمانے سے سفارتی سرگرمیاں ایک مسلمہ حقیقت رکھتی ہے۔ کیونکہ یہی وہ سرگرمی ہے جو مختلف ملکوں، قوموں کو ایک دوسرے کے قریب کرتی ہے۔ اور یہی وہ واحد ذریعہ ہے جو ملکوں کے باہمی مسائل کو آپس میں بیٹھ کر حل کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ سفارت کاری کا ادارہ اگرچہ زمانہ قدیم میں اس قدر منظم اور ترقی یافتہ نہ تھا، نہ ہی سفارت خانوں کے مستقل دفاتر مختلف ممالک میں قائم تھے لیکن سیاسی طور پر اسے ایک نمایاں مقام حاصل تھا۔ جب کسی ملک کے ساتھ سفارتی روابط پیدا کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے تو ایسے فرد کو سفیر بنا کر بھیجا جاتا ہے جو ذہین اور سمجھ دار ہوتا کہ اپنی بات کو موثر انداز میں پیش کر سکے اور دوسرے فریق سے اپنی بات منوائسکے۔

عصر حاضر میں بھی یہی وہ واحد ذریعہ ہے جس نے کئی قوموں اور ملکوں کے درمیان جنگوں کی کیفیت کو امن میں بدل دیا ہے اور حریف کو حلیف بنانے میں انتہائی اہم کردار ادا کیا ہے سفارت کاری کی اہمیت پر روشنی ڈالنے سے قبل سے ضروری ہے کہ لفظ سفیر کے بنیادی مفہوم کو سمجھا جائے۔

سفیر کی تعریف: لفظ سفیر کا مادہ ”س-ف-ر“ ہے۔ سفیر کی جمع سفراء ہے، جس کے معنی کشف و وضاحت کے ہیں۔ سفر کو بھی سفر اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں انسان کے اخلاق کھل جاتے ہیں جیسے ”الصحیح یسفر“ ”صحیح روشن

ہوگئی،¹ علامہ ابن منظور افریقی نے لسان العرب میں لفظ سفیر کے معنی کھولنے کے بیان کئے ہیں جیسے عورت جب وہ اپنے چہرے سے نقاب ہٹا کر کھول دے تو کہا جاتا ہے: سفرت المراة وجهها اذا كشفت نقاب عن وجهها اذا كشفت النَّقَابِ عن وجهها² عورت نے اپنے اپنا چہرہ کھول دیا جب اس نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دیا۔ اس طرح اس کے معنی کسی چیز سے پردہ اٹھانے کے بھی بیان ہوئے ہیں: سفرت بين القوم اسفر سفارة ای كشفت مافی قلب هذا لا صلح بينهم³ میں نے قوم کے درمیان سفارت کی، اسفر سفارة یعنی میں نے دونوں کے دلوں کی بات کھول کر ظاہر کر دی تاکہ دونوں میں صلح کروادوں، تاج العروس میں علامہ زبیدی سفیر کی اصطلاحی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ: أما السفیر فهو الرسول المصلح بين القوم⁴ ترجمہ: سفیر قوم کے درمیان صلح کرانے والا فرستادہ ہے محیط المحيط القاموس سفیر کے منصب کو شعبہ سفارت سے تعبیر کیا گیا ہے جو کہ عبارت سے واضح ہوتا ہے۔ لکھتے ہیں کہ: وَظِيفَةُ السَّفِيرِ وَمَقَامُهُ فِي اصطلاح، ارباب السياسة السفارة⁵ سفیر کا وظیفہ اور مقام ارباب سیاست کی اصطلاح میں سفارت ہے۔ کہا جاتا ہے اس کی تعریف کچھ یوں ہے: سفیر کو انگریزی زبان میں کیا۔ Ambassador

Ambassador is a minister sent by one sovereign or state on mission to another.⁶

1 افریقی، ابن منظور، لسان العرب، (ذ۔س) سفر، ج، ۳، ص، ۵۲، ۵۳، دار المعارف، قاہرہ، س، ان

2 ایضاً

3 ایضاً

4 ابراہیم الخمیس، المعجم الوسیط، ج، ۱، ص، ۳۶۹، احیاء التراث العربی، بیروت

5 فیروز آبادی، شیرازی، محمد بن یعقوب، قاموس المحيط، ج، ۱، ص، ۹۴، مطبعة الحسینیة المصریة، ۱۳۳۱ھ

⁶ Illustrated Dictionary .(Ambassador) Oxford University press.p.45 The New Oxford

انسائیکلو پیڈیا امریکا میں سفیر کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے کہ "حکومت کا نمائندہ جو کسی دوسری حکومت کے صدر مقام میں رہائش پزیر ہوتا ہے اس کو اپنے ملک کی طرف سے مکمل اختیارات حاصل ہوتے ہیں کہ اہم معاملات میں دوسری حکومت سے گفت و شنید کرے اور اس کو وہاں کے بادشاہ یا صدر مملکت کا حق رہتا ہے⁷ اسی طرح سفارت کاری کو سائنس اور آرٹ سے بھی تشبیہ دی گئی ہے کہ

"Diplomacy is a science, art, administration and direction of international affairs and it is a profession of different specialized functions aiming to serve on behalf of all persons".⁸

”سفارت ایک سائنس، آرٹ، نظم و نسق، معاملات کی نگرانی اور دیگر تمام افراد کی جانب سے مخصوص مختلف فرائض کی بجا آوری کا نام ہے“

سفارت کاری، Diplomacy / Diplomatic ایک یونانی لفظ ہے۔ جو لفظ ڈپلومہ Diploma سے مشتق ہے جس کا مطلب ہے بادشاہ کی طرف سے جاری شدہ وہ لپٹی ہوئی سند ہے جو حامل کو خصوصی مراعات کا حقدار بناتی ہے۔ اس سے مراد ایک سرکاری سند یا سرٹیفکیٹ ہے جو ایک ایجنسی کے لئے ہدایات اور اس کی ذمہ داریوں پر مشتمل اور سربراہ مملکت کی جانب سے جاری شدہ سفارت پر مبنی ہوتا ہے تاکہ حامل اس کو پیش کر کے اپنا استقبال کروا سکے اور مختلف علاقوں میں باسانی نقل و حرکت کر سکے۔ اس سند و سرٹیفکیٹ کی ایک مخصوص شکل و صورت ہوتی ہے بعد ازاں اس لفظ کا مفہوم کئی معنی میں مستعمل ہونے لگا۔ جن میں سے: ۱۔ پیشہ ۲۔ مذاکرات ۳۔ محبت شناسنگی ۴۔ خارجہ پالیسی بحیثیت علم سفارت کاری کے کچھ قواعد بحیثیت فن کچھ اصول اور بحیثیت پیشہ کچھ روایات ہیں جس کا مطلب ملکوں

⁷ Hussain umer Haji Al-sheikhany, The International Colleges of Islamic science (London) p.174

⁸ Encyclopaedia of Americana. (Ambassador) vol. 1.p.470

اور تنظیموں کے مابین تعلقات سے بہتر مقاصد استعمال کئے جاسکیں اور سیاسی اور اقتصادی اور سلامتی سے متعلق عظیم تر مفاد حاصل کئے جاسکیں اور جیسا کہ ”چارلس روز“ نے اپنی کتاب میں فن سفارتکاری میں بیان کیا ہے۔ سفارتکاری کا زیادہ تر انحصار کئی خصوصی قابلیتوں پر ہوتا ہے ان میں سمجھداری، تہذیب و شعور، زیرکی، فراست و حکمت، موقع شناسی، ہوشیاری، تدبیر و اخلاص شامل ہے۔ اہل دانش اس بات پر متفق ہیں کہ سفارتکاری ایک علم و فن ہے علم اس اعتبار سے کہ اسے پڑھا، سیکھا اور اس کے قوانین و اصولوں کو جانا جاتا ہے اور فن اس اعتبار سے کہ یہ ایک حساس پیشہ ہے۔

کیونکہ سفارتکاری ”ایسے تصورات، قواعد، کارگزاریوں، قوانین، انتظامات اور بین الاقوامی روایات کے مجموعے کا نام ہے جو ملکوں اور مختلف بین الاقوامی اداروں اور سفارتکار نمائندوں کے مابین تعلقات کو مربوط بناتے ہیں تاکہ ملکوں کی عظیم تر سیاسی، اقتصادی اور سلامتی سے متعلق مفادات کا تحفظ کیا جاسکے اور باہمی روابط، تعلقات سیاسی مذاکرات اور بین الاقوامی معاہدے سرانجام دیئے جاسکیں“⁹۔

فہو اعلیٰ مراتب السلک الدبلوماسی، و هو رئیس بعثہ دبلوماسیة تعرف بالسفارة¹⁰۔ پس وہ ڈپلومیسی کے باب میں اعلیٰ مرتبہ ہے جو سیاسی روابط کارئیس ہوتا ہے اور سفارت کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔

سفارت کاری کی تاریخ:

لفظ سفیر کے مفہوم کو جان لینے کے بعد اب ضروری ہے کہ سفارت کاری کی تاریخ کے بارے میں بھی معلومات حاصل کی جائے کہ سفارت کاری قدیم زمانے میں رائج تھی کہ نہیں؟ دین اسلام نے سفارت کاری کے بارے میں کیا تصور دیا ہے؟ اس کے بعد زمانے میں جدت اور ارتقاء آنے کے ساتھ سفارت کاری کو بھی ارتقاء حاصل ہوا؟ تو یہ بات تو معلوم ہے کہ دنیا کے وجود میں آنے کے ساتھ ہی عمل سفارت کاری شروع ہو چکی، کیونکہ سفارت

⁹ سیاسی انسائیکلو پیڈیا، حصہ دوم ص ۸۵۶، المؤسسة العربیة للدراسات والسر، بیروت ۱۹۸۹ء، ص ۱

¹⁰ عطیہ اللہ، احمد القاموس سیاسی، بیروت، ص ۴۳۶، سن

کاری چاہے دو افراد کے درمیان ہو یا دو قوموں اور ملکوں کے درمیان، اگرچہ اس کی حدود و ہیئت میں کچھ تبدیلی تو ممکن ہو سکتی ہے لیکن سفارت کاری کے عمل سے اس کو خارج قرار نہیں دیا جاسکتا۔

سفارت کاری کی تاریخ قدیم ہے اور زمانہ قدیم سے ہی سفارت کاری کا نظام لوگوں اور اقوام میں رائج رہا ہے۔ کیونکہ اس زمانے میں باقاعدہ سفارت کاری کو ایک درجہ حاصل نہ تھا بلکہ سفارت کاری ایک جزوقتی عمل ہوتا تھا جس میں سفیر کو جزوقتی ذمہ داری دی جاتی اور اس ذمہ داری کو مکمل کرتے ہی وہ اس ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاتا تھا جیسے کسی قوم کے ساتھ معاہدہ کرنا یا جنگ کے بعد صلح کرانا وغیرہ۔

سفارت کاری کے تاریخ کے بارے میں دو آراء پائی جاتی ہے۔ ایک رائے کے مطابق یہ زمانہ قدیم سے رائج ہے جبکہ دوسری تاریخ کے مطابق سفارت کاری کی تاریخ بئشپ روم کے زمانے سے شروع ہوئی جس کی تفصیل کچھ یوں ہیں کہ: "سفارت کاری زمانہ قدیم سے ہے جس کی تاریخ ابتدائی قبائلی ادوار اور پہلی انسانی جماعتوں تک پہنچتی ہے جب ان کے درمیان اس زمانے کے مخصوص طریقوں اور قوانین کے مطابق جنگ و امن اور صلح کے معاہدے کئے جاتے۔ اس کے نقوش فرعون اور آشوری زمانوں کے آثار میں دکھائی دیتے ہیں ان کی جھلک، چین ہندوستان، یونان اور رومن تاریخوں میں دیکھی جاسکتی ہے۔ مشرق قریب کی قدیم تہذیب کی تاریخ بتلاتی ہے کہ سفارت کاری کا سورج دور فرعون اور میسوپوٹامیا کی تہذیبوں میں طلوع ہوا۔ ان دونوں بین الاقوامی تعلقات مصر، شام، ملک فارس یہاں تک کہ ہندوستان کی جانب سے وضع کردہ خارجہ پالیسی کو کامیاب بنانے کے لیے سرانجام دیئے جاتے اسی طرح تمام عمومی و خصوصی مشکلات کا حل ان معاہدوں کے ذریعے نکالا جاتا جو دونوں جانب کے اپنی یا فرستادے طے کیا کرتے تھے۔

قدیم چین نے سفارت کاری کو متعارف کروایا اور اپنے فلسفیانہ نظریات کی روشنی میں اس کے اصول و ضوابط وضع کئے، پھر اس کو عظمت اور تقدس کا رنگ دیا جس کا منبع بدھ مت براہمن سے پھوٹتا ہے جو ہندومت یا ہندوازم کے نام سے پہچانا جاتا ہے، زیادہ تر ہندوستانی ہندومت ہی کے پیروکار ہیں۔ اس کے بعد یونانیوں نے مسائل کے حل کے لئے صلح جوئی اور رضامندی اور علی الاعلان معاہدوں کے ذریعے سفارت کاری رابطوں کا ایک نظام

مرتب کیا۔ جب کہ رومی بھی معاہدے کی اہمیت سے باخبر تھے جنہوں نے ان معاہدوں کے احترام و تقدس کو بین الاقوامی تعلقات کے استحکام کے لئے بنیاد قرار دیا، لیکن تاریخ بتلاتی ہے کہ رومیوں نے سفارت کارانہ ذرائع استعمال کرنے کے بجائے طاقت کے استعمال کو فوقیت دی۔ سلطنت روم کے خاتمے کے بعد بازنطینی آئے وہ سفارت کاری میں بہت ماہر نکلے انہوں نے مذاکرات کا راستہ اختیار کیا اور پڑوس، قبائل اور قوموں کو رشتہ میں اور تحفے تحائف دے کر ان کی دوستیاں خریدیں، انہوں نے (سفارتی خطاب) کے بجائے (سفارتی مبصرین) کا طریقہ کار اپنایا۔ اس طریقہ کار کے لئے ایک ماہر تجربہ کار سفارتکار شخصیت کا سہارا لیا جاتا ہے، بازنطینی وہ پہلے لوگ تھے جنہوں نے قسطنطنیہ میں خارجہ امور کے لئے ایک باقاعدہ دفتر کی داغ بیل ڈالی، جو ان ممالک جن میں سفیر تعینات ہیں کی داخلی صورت حال کے متعلق رپورٹیں تیار کرتا تھا۔

دوسری رائے کے مطابق سفارتکاری کی تاریخ پشپ روم یعنی (Roman Holy sec Catholic church) کے زمانے سے شروع ہوئی، بایں طور کہ اٹلی میں سفارتکاری کا پہلا قدم بپشپ کی سفارتکاری سے رکھا گیا، جس کے لئے اٹلی میں پہلے دفتر کا قیام عمل میں لایا گیا¹¹۔
قبل از اسلام عربوں کی سفارتی سرگرمیاں:

جب تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ عرب نے ہر زمانے میں اپنی خدا داد صلاحیت کا لوہا منوایا چاہے وہ سیاسی میدان ہو، مذہبی، معاشی یا معاشرتی میدان۔ عرب نے سیاسی میدان میں اپنے زمانے کے ہر ذریعہ دو وسیلہ کو بروئے کار لا کر اقوام میں اپنی اہمیت ثابت کرنے کے ساتھ ایک باعزت مقام بھی حاصل کیا ہے۔ چونکہ سرزمین عرب جغرافیائی لحاظ سے وسط زمین کہلائی جاتی ہے اور مشرق سے مغرب تک یا مغرب سے مشرق تک آمد و رفت کے لیے اس سرزمین سے گزر کر جانا پڑتا ہے۔ اس لیے جب عرب کو اپنے مفادات کے حصول کے لیے دیگر ممالک و اقوام سے تعلقات کی ضرورت محسوس ہوئی تو انہوں نے بھی سفارتی مشن کو استعمال میں لا کر اپنے

¹¹ www.almulltaqm.com

مفادات کے حصول کو یقینی بنایا۔ اس کے علاوہ عرب چونکہ ایک جنگجو قوم ہیں اور جنگ کے دوران لامحالہ ایک لمحہ مذاکرات کا بھی ہوتا ہے جس کے لیے عرب ایک ذہین اور وجیہہ شخص کا انتخاب کر کے روانہ کرتے جو اپنے مقصد کی بھرپور نمائندگی کے ساتھ اس کا حصول بھی یقینی بنانے کی کوشش کرتا۔ بعثت نبوی سے قبل بھی عربوں کی دیگر سیاسی سرگرمیوں کے ساتھ سفارتی سرگرمیاں بھی قائم رہی تھی۔ وہ اپنے قبیلہ کے افراد کے ذریعے دیگر قبائل سے پیغامات اور گفت و شنید کا سلسلہ قائم کیے ہوئے تھے۔ اس بارے میں علامہ شبلی نعمانی نے لکھا کہ: جنگ بعثت میں جب قبیلہ اوس کو شکست ہونے لگی تو انہوں نے ایک وفد ابوالحسین کی سربراہی میں قریش مکہ کے پاس بھیجا تھا۔ اس وفد میں ایاس بن معاذ بھی تھے قبیلہ اوس نے یہ سفارتی رابطہ اس لئے قائم کیا تھا کہ قریش مکہ کو اپنا حلیف بنا لیں اور جنگ میں ان سے خزر ج کے خلاف مدد حاصل کریں¹²۔

عہد جاہلیت میں قبیلہ قریش کے سفارتی سرگرمیوں سے متعلق ایک اہم ترین سرگرمی یہ بھی ہے کہ جب ابرہہ نے خانہ کعبہ پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی اور وہ انہدام کعبہ کے لیے مکہ کے اطراف میں پہنچ چکا تھا جس میں اس کا مقصد لوگوں کو حج بیت اللہ سے روکنا تھا۔ اس وقت چونکہ یمن کا سربراہ وہ خود تھا تو عبدالمطلب اپنے اونٹوں کے معاملے میں سفارت کاری کے غرض سے ان کے پاس گئے۔ علامہ ابن ہشام کے بقول

وكان عبدالمطلب اوسم الناس واجملهم واعظمهم ، فلما راه ابربه اجله واعظمه واکرمه عن ان يجلسه تحته، وكره ان تراه الحبشه يجلس معه على وريره ملكه، فنزل ابربه عن سريره ، فجلس على بساطه ، واجلسه معه عليه الى جنبه، ثم قال لترجمانه : قل له: حاجتك؟ فقال له ذلك الترجمان: فقال: حاجتي ان يرد على الملك منتي بعير اصابها لي؛ فلما قال له ذلك ، قال ابربه لترجمانه : قل له: قد كنت اعجبنتي حين رايتك ، ثم قد زهدت فيك حين كلمنتي، اتكلمني في منتي بعير اصابتها

¹² نعمانی، شبلی، سیرۃ النبی، ج ۱، ص ۱۶۲، مطبوعہ قرآن محل، کراچی، س، ن

لک، وتترک بیتا هو دینک ودین آبائک قد جنئت لہدمہ، لا تکلمنی فیہ اقال لہ عبدالمطلب: انی انا رب الابل، وان للبيت ربا سيمنعہ؛ قال: ماکان ليمتتع منی؛ قال: انت وذاک¹³ ابرہہ نے عبدالمطلب کو داخل ہونے کی اجازت دی جب ابرہہ نے اس کو دیکھا تو اس کے دل میں اس کا رعب طاری ہوا، اور اس کی تعظیم و تکریم کے واسطے دل سے مجبور ہوا (کیونکہ عبدالمطلب نہایت خوبصورت اور وجیہ آدمی تھے) اور اس واسطے نیچے بٹھلانا نہ چاہا، پس آپ اپنے تخت سے نیچے اتر کر عبدالمطلب کے ساتھ فرش پر بیٹھ گئے، پھر اپنے ترجمان سے کہا کہ عبدالمطلب سے اس کی درخواست دریافت کرے، ترجمان نے عبدالمطلب سے دریافت کر کے بتلایا کہ یہ اپنے دو سو اونٹ واپس کئے جانے کی التماس کرتا ہے، ابرہہ نے ترجمان سے کہا: کہ عبدالمطلب کو کہے بادشاہ کہتا ہے کہ میں تمہاری اس درخواست پر بڑا حیران ہوا ہوں تو اپنے اونٹوں کو دینے جانے کی خواہش کرتا ہے اور اپنے مذہبی گھر کے بارے میں (جو تیرے آباء و اجداد کا مقدس مقام ہے) کچھ کلام نہیں کرتا اور اس کے نہ گرائے جانے کی سفارش نہیں کرتا۔ عبدالمطلب نے کہا: مجھے اس گھر سے کچھ واسطہ نہیں جو اس کا رب ہے خود اس کی حفاظت کریگا میں تو اونٹوں کا مالک ہوں اس واسطے ان ہی کے واپس کئے جانے کی التجا کرتا ہوں۔

یہ عبدالمطلب کی وہ کامیاب سفارت کاری تھی جس میں وہ اپنے اونٹوں کو واپس لینے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ اس کے بعد ابرہہ نے سعبۃ اللہ پر حملہ کر دیا جس میں وہ ناکام و نامراد ٹھہرا۔ یہ واقعہ رسالت مآب ﷺ کی ولادت سے تقریباً 50 یا 55 روز قبل پیش آیا تھا۔

تصور سفارت کاری قرآن کی نظر میں:

قرآن حکیم دراصل انسان اور اس کے خدا کے درمیان ایک پیغام ہے جو اس کو زندگی گزارنے کے لئے ہر قسم کے اصول اور تعلیمات فراہم کرتا ہے۔ دین اسلام کے تناظر میں خالق اور اس کے مخلوق کے رشتہ کے اعتبار سے جب انسانوں کو اس کے قبول کرنے کا حکم ہوا تو اس وقت سب سے پہلے حامل قرآن رسول اللہ ﷺ کو اپنے خاندان

¹³ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ج 1، ص 15، 16، مطبع المصطفیٰ البابی الحلبي، مصر، 1391ھ

اور ہم قبیلہ افراد پر پیش کرنے کا حکم دیا گیا۔ قرآن حکیم میں ارشادات خداوندی یہ وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ¹⁴ اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو ڈراؤ۔ لَنْتَنْذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا¹⁵ تم بستیوں کے مرکز (مکہ) اور اس کے ارد گرد پیش رہنے والوں کو خبردار کر دو۔

قرآن حکیم نے آپ ﷺ کی سفارت کاری کو آفاقی قرار دیا ہے کہ آپ منجانب اللہ صرف ایک قوم، قبیلہ یا خاص کسی گروہ کے لیے اللہ تعالیٰ کی جانب سے سفیر بن کر نہیں آئے بلکہ آپ کو دیا گیا پیغام پوری انسانیت کے لیے ہے:

تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا¹⁶

نہایت متبرک ہے وہ جس نے یہ فرقان اپنے بندے پر نازل کیا تاکہ سارے جہان والوں کے لئے خبردار کر دینے والا ہو۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا¹⁷

اور (اے نبی) ہم نے تم کو تمام ہی انسانوں کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔

فَمَا سَأَلْنٰكُمْ مِّنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِي إِلَّا عَلَىٰ اللَّهِ¹⁸

میں تم سے کسی اجر کا طلب گار نہ تھا، میرا اجر تو اللہ کے ذمہ ہے۔

دین اسلام کی سفارت کاری کی بنیاد چند چیزوں پر ہیں جو مندرجہ ذیل ہے:

¹⁴ القرآن: سورہ الشعراء: 214

¹⁵ سورہ الشعراء: 42

¹⁶ سورہ الفرقان: 1

¹⁷ سورہ سبأ: 28

¹⁸ سورہ یونس: 72

1- ایمان بالواحدانیت: دین اسلام سفارت کاری کے ذریعے جو سب سے پہلا مطالبہ انسان سے کرتا ہے کہ ایمان لانے کے لائق صرف ایک ذات ہے اللہ تعالیٰ کی ذات۔ کیونکہ وہ انسان کو پیدا کرنے والا ہے تو لازمی بات ہے جو جس چیز کو پیدا کرتا ہے اس کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ وہ اس کو مانے اور سرکشی نہ کریں۔ ایمان باللہ سے متعلق قرآن حکیم میں بہت سی آیات نازل ہوئی ہے فُؤَلُوا أَمَنَّا بِاللَّهِ¹⁹ مسلمانو کہو کہ ہم خدا پر ایمان لائے کُلُّ أَمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ²⁰ خدا پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے پیغمبروں پر ایمان رکھتے ہیں۔ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ²¹ مومن تو وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت: اسی طرح رب تعالیٰ بذریعہ رسول (سفیر) انسان سے بندگی کا مطالبہ بھی کرتا ہے۔ اب بندگی کا سارا دار و مدار اس بات پر ہے کہ بندگی میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے اور بندگی صرف اس ذات وحدہ لا شریک کی جائے۔ قرآن حکیم میں بندگی سے متعلق حکم خداوندی ہے۔ قُلْ إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ وَلَا أُشْرِكَ بِهِ²²۔ کہہ دو کہ مجھ کو یہی حکم ہوا ہے کہ خدا ہی کی عبادت کروں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔ يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ²³ لوگو اپنے پروردگار کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا۔ إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَأَعْبُدُوهُ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ²⁴ کچھ شک نہیں کہ خدا ہی میرا اور تمہارا پروردگار ہے تو اسی کی عبادت کرو۔

¹⁹سورہ البقرہ: 136

²⁰سورہ البقرہ: 285

²¹سورہ الحجرات: 15

²²سورہ الرعد: 36

²³سورہ البقرہ: 21

²⁴سورہ آل عمران: 51

مالک کلی: ایمان اور بن دگی کی عبادت سے یہ بات بھی واضح ہوگی کہ یہ زمین یہ آسمان اور کائنات میں موجود ہر چیز اللہ کی پیدا کردہ ہے وہ کلی طور ان چیزوں کا مالک ہے اس کے بنانے اور چلانے میں اس کا کوئی مددگار اور معاون نہیں اور قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو اسی صفات سے پکارا ہے **وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ**²⁵ اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہی خدا ہی کو ہے اور خدا ہر چیز پر قادر ہے۔

قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكُ الْمُلْكِ نُؤْتِي الْمُلْكَ مَن نَّشَاءُ وَنَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّن نَّشَاءُ²⁶ کہو کہ اے خدا بادشاہی کے مالک تو جس کو چاہے بادشاہی بخشے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لے۔ **وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ**²⁷ اور آسمان اور زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے سب پر خدا ہی کی حکومت ہے۔

عہد رسالت میں آنحضرت ﷺ کی کامیاب سفارت کاری

عہد رسالت مآب ﷺ میں رسول اللہ ﷺ نے سفارت کاری کے شعبے کا بھرپور استعمال کیا اور اس کو ہر زاویے سے دین اسلام کے سر بلندی اور اشاعت اسلام کے لیے استعمال میں لائے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب سیاسی طور پر سفارت کاری کا ارادہ فرمایا تو اس کی طرف آپ صلح حدیبیہ کے بعد متوجہ ہوئے۔ دین اسلام کو مرتبہ و منزلت سیاسی طور صلح حدیبیہ میں کامیاب سفارت کاری کے ذریعے سے ملی ہے۔ یہ وہ سفارت کاری تھی جس نے اسلام کی قوت غلبہ و شان شوکت کی بنیاد رکھی۔ اس کے بعد آپ دیگر ممالک کو پیغام دینے لیے کھڑے ہوئے۔ لہذا آپ نے مختلف شخصیات کے ذریعے مختلف ممالک مثلاً یمن، حضرموت، روم، فارس، حبشہ وغیرہ کے طرف سفراء کے ذریعے پیغام بھیجا۔

²⁵سورہ ال عمران: 189۔

²⁶سورہ ال عمران: 26۔

²⁷سورہ النور: 42۔

سفارت کاری کے ذریعے رسول اللہ ﷺ نے بنیادی طور پر ان کو جو دعوت دی ہیں۔ اس کی اساس اور بنیاد عقیدہ اور دین پر تھا۔ آپ نے اپنے اسی سوچ و فکر کو مد نظر رکھتے ہوئے دین اسلام کے اس بنیاد کی طرف دعوت دی۔ قرآن حکیم اس پیرائے میں رسول اللہ ﷺ سے یوں مخاطب ہوئے ہیں:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ افْتَرَىٰ
إِنَّمَا عَظِيمًا²⁸

بے شک اللہ تعالیٰ اس کی کبھی مغفرت نہیں فرماتا جو اس کے شرک کرتا اور جو اس کے علاوہ ہے اس کو معاف کر دیتا ہے اور جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بناتا ہے تو وہ اللہ پر بہت بڑا گناہ گھڑتا ہے۔

اس کے ساتھ ہی دین میں جبر سے منع کیا ہے۔ ارشاد قرآنی ہے کہ:

لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ²⁹

دین کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے صحیح بات غلط خیالات سے الگ چھانٹ کر رکھ دی گئی ہے۔

سیرت نگاروں نے دین اسلام کا پہلے سفارتی سفر حبشہ کو قرار دیا ہے۔ چونکہ مکہ میں مسلمانوں پر زمین تنگ کر دی گئی، ان پر مذہبی پابندیاں ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ جب مسلمان حبشہ ہجرت کر کے چلے گئے۔ تو نجاشی نے تحقیق احوال کے لیے مسلمانوں کے نمائندوں کو اپنے دربار میں طلب کیا تو مسلمانوں کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کے چچا زید بن ابی طالب حضرت جعفر بن ابی طالب آگے بڑھے اور اپنے آنے کا مدعا بیان کیا۔

ایہا الملک، کوٹا قوماً اهل الجاهلية، نعبد الاصنام، وناكل الميتة، وناتى الفواحش، ونقطع الارحام، ونسى نالجوار، وياكل القوى منّا ضعيف؛ فكنا على ذلك، حتى بعث الله علينا رسولا منّا، نعرف نسبه وصدقه وامانته وعفافه، فدعانا الى الله

²⁸سورہ النساء: 48

²⁹سورہ البقرہ: 256

لنوحدهونعبده ونخلع ما كُنَّا نعبد و ابا ونا من دونه من الحجارة ولاوثان ،وامرنا بصدق الحديث ،واداءالامانة ،وصلة الرحم وحسن الجوار،الكف عن المحارم والدماء،ونہانا عن الفواحش ،وقول الزور ،واكل مال اليتيم ،وقذف المحصنات ؛وامرنا ان نعبد الله وحده لانشرك به شيئاً وامرنا بالصلاة ولزكاة والصيام³⁰

اے بادشاہ ہم لوگ پہلے سخت جاہل تھے بتوں کی پرستش ہمارا مذہب تھا مردار خوری ہم کرتے تھے فواحش اور گناہ کا ارتکاب ہمارا وتیرہ تھا قطع رحم اور پڑوس کی حق تلفی اور ظلم و ستم کو ہم نے جائز رکھا تھا جو زبردست ہوتا وہ کمزور کو کھا جاتا پس ہم ایسے ہی ذلیل حالت میں تھے کہ اللہ نے ہم پر کرم کیا اور اپنا رسول ہمارے پاس بھیجا جس کے نسب و شرف اور صدق و امانت اور عفاف سے ہم بخوبی واقف ہیں اس رسول نے ہم کو توحید و معارف کی طرف بلایا اور بت پرستی جو ہمارے باپ دادا سے چلی آتی تھی اس سے ہم کو منع کیا اور سچی بات اور ادائے امانت اور صلہ رحم اور ہمسائے کے حقوق اور گناہوں سے بچنے اور فواحش کو ترک کرنے کا حکم دیا اور یتیم کا حق تلف کرنے اور عورتوں پر تہمت لگانے سے منع فرمایا اور واحد خدا کی عبادت اور نماز و روزہ اور زکوٰۃ کو فرض کیا۔

یہ اسلامی تاریخ میں مسلمانوں کی پہلی عظیم الشان کامیاب سفارتی کاری تھی۔ جب کہ سلطنت مکہ کی سفارت ان بے خانماں مہاجرین کے مقابلہ میں ناکام ہو گئی۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے بھرپور سفارت کاری سرانجام دی۔

ریاست مدینہ کے قیام کے بعد رسول اللہ ﷺ باقاعدہ سفارتی رابطوں کے نظم کے طرف متوجہ ہوئے کیونکہ رسول اللہ ﷺ سفارتی رابطوں کی اہمیت سے بخوبی باخبر تھے اس کے لیے آپ نے اپنے اصحاب میں چند افراد کا انتخاب کیا اور ان کو مختلف سفارتی مہموں پر روانہ کیا۔ جو درج ذیل ہیں کہ :

³⁰ ابن ہشام، السیرة النبویة، ج: ۱، ص ۶۳، ۹۵۳۰، محولہ بالا

رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن امیہ ضمیری کو نجاشی کے پاس سفیر بنا کر بھیجا اس نے اللہ کے رسول ﷺ کے خط کو لیا اور اپنی آنکھوں سے لگایا اور اپنے تخت سے اتر اور زمین پر بیٹھا پھر وہ اسلام لایا۔ اسی طرح جعفر بن ابی طالب بھی۔ حضرت دحیہ بن الخلیفہ کلبی کو ہرقل عظیم روم کے بادشاہ کے پاس بھیجا۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ بن سہمی کو فارس کے بادشاہ کسریٰ کے پاس اور حاطب بن ابی بلتعہ اللخمی کو اسکندریہ اور مصر کے بادشاہ مقوقس کے پاس بھیجا۔ حضرت عمرو بن عاص کو عمان کے بادشاہوں کی طرف بھیجا۔ حضرت سلیط بن عمرو العامری کو یمامہ کی طرف اور ہوذہ بن علی کو الحنفی کی طرف بھیجا اور شجاع بن الاسدی کو حارث بن شمربان الغسانی شام میں البقاء کے بادشاہ کی طرف بھیجا۔ حضرت مہاجر بن ابی امیہ المخزومی کو حارث الحمیری کی طرف بھیجا۔ العلاء بن الحضرمی کو منذر بن ساویٰ بحرین کے بادشاہ کی طرف بھیجا۔ حضرت ابو موسیٰ الاشعری اور معاذ بن جبل کو پورے یمن کی طرف داعیان اسلام بنا کر بھیجا۔³¹

رسول اللہ ﷺ کی سفارت کاری پر ڈاکٹر حمید اللہ رقم طراز ہیں: رسول اللہ ﷺ کا مشن اسلام کی تبلیغ تھا۔ سیاسی نظام کی تشکیل بذات خود مقصد نہیں بلکہ اسلام کو دشمنوں سے تحفظ فراہم کرنے کا ذریعہ تھا۔ جب ریاست کی تشکیل عمل میں آگئی تو رسول اللہ ﷺ نے دنیا بھر میں اسلام کی تبلیغ اشاعت کے لئے ذرائع کی تلاش شروع کر دی۔ آپ ﷺ کے کام کی بنیاد دوسروں کو قائل کر کے قبول اسلام پر آمادہ کرنے پر تھی اور کسی مرحلے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی پر اسلام ٹھونسا نہیں۔ اس ضمن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف ممالک کے حکمرانوں کو تبلیغی خطوط بھی لکھے اور انہیں اسلام کی دعوت دی۔ ان میں شاہ روم، شاہ فارس کے علاوہ مصر، اومان عمان، سماوا (عراق) کے حکمرانوں کو نامہ مبارک ارسال فرمائے۔³²

رسول اللہ ﷺ اپنی حیات طیبہ میں اخیر تک سفارت کاری کے ذریعے سے ممالک و اقوام کے درمیان معاملات کو نمٹاتے رہے ہیں جو خاص کر پیغامات، خطوط وغیرہ کی شکل میں ہوتا تھا۔ لیکن باقاعدہ سفارت کاری کا کوئی شعبہ قائم

³¹سفر کی فہرست مختلف سیرت نگاروں نے مختلف انداز سے جمع کی ہے۔ یہ ان سب کا خلاصہ ہے۔

³²حمید اللہ، ڈاکٹر، رسول اللہ ﷺ کی حکمرانی و جانشینی، ص ۸۸-۹۸،، سیکن بکس، غزنی اسٹریٹ، اردو بازار، لاہور، ۹۰۰۲

نہیں تھا۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب رسول کا اخلاص، محنت، کامل جدوجہد اور کامیاب خارجہ پالیسی اور سفارت کاری کے نتیجے میں میدان عرفات میں مسلمان مرد و عورت کی تعداد کم و بیش ایک لاکھ چالیس ہزار تھی جن کو آپ نے عالمی منشور دیا اور تاریخ میں خطبہ حجۃ الوداع کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ اپنی تحقیق میں یہ فرماتے ہیں کہ: "اگر ان مسلمانوں کو شامل کیا جائے جو اس سال حج کے لئے مکہ نہ پہنچ سکے تو مسلمانوں کی تعداد کا 5 سے 10 لاکھ کے درمیان اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔"

سفارت کاری کے ادارہ کا قیام باقاعدہ عہد بنو امیہ میں ہوا تھا اور اس کا مقصد صرف یہ ہوتا کہ معاہدات صلح پر دستخط کئے جائیں یا خراج ادا کیا جائے لیکن نہ معاہدوں کے متن محفوظ کیے گئے اور نہ گفت و شنید کی تفصیلات بتائی گئیں۔ لیکن سفارتی ادارہ کو عروج عہد بنو عباس میں حاصل ہوا اور "مسلم اور غیر مسلم حکمرانوں کے درمیان بھی سیاسی، تجارتی اور مجلسی مقاصد کے لیے سفیر آتے اور جاتے رہتے تھے، فاطمی اور مملوک حکمرانوں نے یہ معمول جاری رکھا اور ان کے سفیر، یورپ، وسطی ایشیا اور مشرقی ایشیا پہنچتے رہے۔"³³

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثاروں کی سفارتی خدمات

اب جب کہ باقاعدہ مدینہ سلطنت کی شکل اختیار کرنے کی طرف تیزی سے بڑھ رہا تھا تو رسول اللہ ﷺ کی ذمہ داریاں بھی دوچند ہونے لگی۔ اس سے پہلے ساری سیاسی، مذہبی، معاشرتی سرگرمیوں کو آپ خود دیکھتے تھے۔ اب آپ نے کچھ ذمہ داریوں کو اپنے جانبازا اور ہونہار سپاہیوں اور دوستوں میں تقسیم کیا جو آپ کے عین ہدایت کے موافق اس پر عمل کرتے اور بجالاتے۔ ایسے ہی آپ نے چند صحابہ کرام کو مختلف ممالک و اقوام میں سفارت کاری پر مامور کیا اور وہ آپ کا سفارتی پیغام لے کر دنیا میں بھر میں پھیل گئے۔

1- **حضرت عمرو بن العاص** میدان جنگ کے ہی شہسوار نہیں تھے ان کی عقل و خرد اور ذکاوت و فطانت کے باعث دوسرے اہم کام بھی ان کے سپرد کئے جاتے تھے۔ سیاسی امور میں ان کی مہارت و بصیرت کی وجہ سے وہ ایک تجربہ

³³ مجید خدوی، اسلام کا قانون جنگ و صلح، ص ۱۳۳، محولہ بالا

کار سپہ سالار کے علاوہ ایک کامیاب سفارت کار بھی تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ کی محبت کی وجہ سے وہ اسلام کے شیدائی بن گئے تھے اور اسلام ان کے رگوں میں سرایت کر گیا تھا اور دینی امور کو سمجھنے کا ان میں بہترین ملکہ پیدا ہو گیا تھا۔ حضرت عمرو بن العاص میدان جنگ کے شہسوار کے ساتھ ساتھ ماہر سیاست دان اور ایک سچے مومن اور عالم بھی تھے، رسول اللہ ﷺ کو ان کی صلاحیتوں اور خوبیوں کا بھرپور علم تھا اس لیے رسول اکرم ﷺ نے ان کے ذمے محض جنگی کام ہی نہیں لگائے بلکہ سیاسی اور دینی معاملات میں بھی اکثر کام لیا۔

حضرت عمرو کی سفارت کاری اور نجاشی کا قبول اسلام: ۶ھ میں آپ نے ان کو نجاشی کے پاس دعوت اسلام کا خط لے جانے پر مامور کیا۔ اس خط میں دعوت اسلام کے علاوہ مہاجرین کی میزبانی کی سفارش اور حضرت ام حبیبہؓ (جو اس وقت مہاجرین حبش کے ساتھ حبشہ میں موجود تھیں) کے ساتھ نکاح کا پیغام بھی تھا، اس دعوت نامہ کے اثر سے نجاشی حضرت جعفرؓ کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوا، اور رسول اللہ ﷺ کے نامہ مبارک کے جواب میں ایک عرضہ لکھا جس میں اسلام کا اقرار قدم بوسی کی تمنا اور مہاجرین کی میزبانی وغیرہ کا ذکر تھا۔

اس کے بعد نجاشی نے رسول اللہ ﷺ کا حضرت ام حبیبہ کی طرف سے وکیل بن کر نکاح کا پیغام بھیجا اور نکاح منعقد ہوا۔ نجاشی نے شادی کا مہر 400 دینار مقرر کیا اور وہ بھی اپنی طرف سے ادا کیا۔ تاریخ طبری میں ہے کہ:

فانكح ام حبيبہ ثم دعا النجاشی باربعمائة دينار صداقہا³⁴

اس کے بعد نجاشی نے حضرت ام حبیبہ کو آنحضرت کی طرف سے نکاح کا پیام دیا اور خود رسول اللہ ﷺ کی طرف سے وکیل بنا اور نکاح کے بعد آپ کی طرف سے چار سو دینار مہر معجل ادا کیا۔

فتح مکہ کے بعد جب رسول اللہ ﷺ نے قرب وجوار کے فرماواؤں کے نام دعوت اسلام کے خطوط بھیجے۔ تو منذر بن ساویٰ حاکم بحرین کے پاس خط لہجانے کی خدمت حضرت علاء حضرمیؓ کو سپرد کیں۔ حضرت علاء حضرمی نے

³⁴ ابی جعفر، محمد بن جریر، امام طبری، "تاریخ الامم والملوک"، ج ۲، ص ۵۹۲، مطبعہ السعادیہ، قاہرہ، ۱۹۹۱ء

بحیثیت سفیر منذر بن ساوی کو خط پہنچایا۔ خط پڑھنے کے بعد منذر نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں یہ جواب لکھ کر بھیجا۔ زاد المعاد میں علامہ ابن قیم لکھتے ہیں کہ:

فمنہم من احب الاسلام واعجبہ ودخل فیہ ،ومنہم من کرہہ ،وبارضی مجوس ویہود
فاحدث الی فی ذلک الامر۔³⁵

بعض لوگوں نے اسلام کو پسند کیا اور اس میں داخل ہو گئے، البتہ مجوسی اپنے مذہب پر قائم رہے (علاء نے ان پر جزیہ لگا دیا) اور اس کے متعلق عہد نامہ لکھ کر منذر کے حوالے کیا۔

2- حضرت حاطبؓ ابن ابی بلتعہ کی سفارت: حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ حاکم مصر مقوقس کے اسلام کے سفیر و داعی بن کر گئے حاطبؓ انتہائی فرض شناس اور حق گو صحابی رسول تھے۔ جب وہ مقوقس کے پاس اسکندریہ پہنچے تو وہ ملک کے ارباب حل و عقد کے ساتھ سمندر میں کھڑے بحری بیڑے میں بیٹھا ہوا ملکی معاملات پر صلح و مشورے کر رہا تھا جب اس نے مجلس میں ایک اجنبی کو دیکھا جو ہاتھ میں خط لئے کھڑا تھا تو اس کو حکم دیا کہ اسے میرے پاس لایا جائے، حاطب نے خط لے جا کر مقوقس کو دیا اس نے خط پڑھ کر حاطب کو مخاطب کیا اور سوالات شروع کر دیئے۔ حضرت حاطب نے نہایت حکیمانہ جواب دیئے جس سے بادشاہ ان کی تعریف پر مجبور ہوا۔ البدایہ والنہایہ میں علامہ ابن کثیر نے وہ گفتگو اس طرح نقل کی ہے کہ:

اخبرنی عن صاحبک الیس ہو نبی؟ قلت بل ہو رسول اللہ ،قال فما لہ حیث کان
ہکذا لم یدع علی قومہ حیث اخرجوہ من بلدہ یکون دعا ” الی غیرہا؟ قال فقلت
عیسی بن مریم الیس تشہد انہ رسول اللہ؟ قال بلی قلت فما لہ حیث اخذہ قومہ

³⁵ محمد بن ابی بکر، ابن قیم ”زاد المعاد“، ج، ۳، ص، ۲۹۶، موسسة الرسالہ، بیروت، ۱۹۹۱

فاردوا ان یصلبوه الا ان علیہم بان یہلکہم اللہ حیث رفعہ الی السماء الدنیا؟ فقال لی:
اننت حکیم قد جاء من عند حکیم.³⁶

ہمیں اپنے ساتھی کے بارے میں بتائیے کیا وہ نبی ہے؟ میں نے کہا بلکہ وہ اللہ کے رسول ہے۔ کہنے لگے کہ اگر وہ واقعی نبی ہیں تو انہیں کس چیز نے روکا کہ جب اس کی قوم نے اس کو اس کے شہر سے نکال دیا ان کے لیے بددعا کرتے۔ یہ سن کر حاطب بن ابی بلتعہ نے فوراً جواب دیا۔ کہ کیا تم گواہی نہیں دیتے کہ عیسیٰ بن مریم اللہ کے رسول ہے۔ کہنے لگے کیوں نہیں۔ میں نے کہا: تو اس کی قوم نے جب اس کو پکڑا اور صلیب پر لٹکانا چاہا تو حضرت عیسیٰ بن مریم کو کس چیز نے روکا کہ ان کے خلاف بددعا کریں یہاں تک کہ اللہ نے ان کو آسمان دنیا پر اٹھالیا۔ تو مجھ سے کہنے لگے: کہ تم ایک دانا آدمی ہو اور دانا آدمی کے پاس سے آئے ہو۔

اس کے بعد اس نے نبی کریم ﷺ کے خط کو چوما اور اسے خوبصورت ہاتھی کے دانت کی ڈبیا میں بند کر دیا اور اس پر مہر لگا دی۔ مقوقس نے حاطبؓ کی بہت خاطر مدارت کی انہوں نے وہاں پانچ روز قیام کیا اور واپسی میں ان کو تحائف وغیرہ دیئے۔ حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ جب حاکم مصر مقوقس سے ملاقات کے بعد واپس لوٹے تو مقوقس نے آپؐ کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے قیمتی تحائف بھیجے جن میں کنیزیں بھی شامل تھی۔ علامہ ابی جعفر جریر طبری لکھتے ہیں کہ:

واهدی المقوقس الی رسول اللہ اربع جوار منہن ماریہ ام ابراہیم۔³⁷
مقوقس بادشاہ نے رسول اللہ کے لئے چار کنیزیں ہدیہ کیں ان میں سے حضرت ماریہ قبٹیہ بھی ہے جن کے بطن سے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے تھے۔

³⁶ اسماعیل بن کثیر، ابن کثیر، ”البدایہ والنہایہ“، ج ۴، ص ۳۷۳، مطبعہ السعادیہ، مصر، ۱۵۳۱ھ

³⁷ ابی جعفر، محمد بن جریر، امام طبری، ”تاریخ الامم والملوک“، ج ۲، ص ۹۸۲، مطبعہ السعادیہ، قاہرہ، ۱۹۳۹ھ

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے سفارت کاری کے نتیجے میں اگرچہ مقوقس نے اسلام قبول نہیں کیا لیکن سفیر رسول ﷺ کی حد درجہ مکریم کی اور نبی کریم ﷺ کی باتوں کی تصدیق بھی کی۔

3- صلح حدیبیہ و سفارت عثمانؓ: مکہ کی یاد آنحضرت کو بے چین کئے ہوئے تھی اور اسی دوران آپ نے روئے

مبارکہ میں اپنے آپ کو خانہ کعبہ میں طواف کرتے ہوئے پایا، اس کے بعد آپ نے بیت اللہ کی یاد میں رہنے لگے اور اس خواب کو اشارہ خداوندی سمجھ کر آپ نے چودہ سو صحابہ کے ساتھ ۶ ہجری میں عمرہ کا قصد کیا۔ اپنی عدم موجودگی میں نمیلہ بن عبد اللہ لیشی کو مدینہ میں نائب بنا کر گئے اور مسلمانوں کی کثیر تعداد حفاظت کی غرض سے وہیں رہنے دی۔

اس سے یہ بات واضح تھی کہ آپ جنگ کے ارادے سے نہیں بلکہ آپ کا مقصد زیارت کعبہ ہی تھا، آپ نے ذوالحلیفہ میں احرام باندھ لئے اور قربانی کے سزاؤں کے ساتھ لیے۔ آپ کا ارادہ جنگ نہیں تھا لہذا مسلمانوں کے پاس معمولی

ہتھیار جو کہ نیا نہیں تھے آپ کے جاسوس بسر بن سفیانؓ نے اطلاع دی کہ قریش آپ سے مقابلے پر کمر بستہ ہو گئے ہیں اور خالد بن ولیدؓ کی پیش قدمی کے طور پر ۲ ہزار سپاہیوں کے ساتھ مقام غنیم پر پہنچ گئے ہیں۔ آپ نے وہ راستہ چھوڑ

کر دوسرے راستے سے حدیبیہ پہنچ گئے۔ آخر اس نازک موقع پر نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں سے مشورہ لیا اور سفیر بھیجے کا ارادہ کیا۔ علامہ حسین ہیکل لکھتے ہیں کہ:

ثم انه عليه السلام حاول ان يمتحن صبر قریش مرة اخرى، بارسال رسول يفاوضهم، فدعا اليه عمر بن الخطاب كئى يبلغ عنه اشراف قریش ماجاء له. قال عمر

: يا رسول الله ”انى اخاف قریشا على نفسى، وليس بمكة من بنى عدى بن كعب احد يمنعنى، وقد عرفت قریش عداوتى اياها وغلظتى عليها. ولكنى ادلك على رجل

اعز بها منى: عثمان بن عفان-38

38 ہیکل، محمد حسین، حیات محمد، ص ۶۳، مطبع دار الکتب المصریہ، قاہرہ، ۱۳۳۱ھ

قریش کو ایک اور موقع دینے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے دوسرا قاصد بھیجنے کا فیصلہ کیا اور اس کے لیے حضرت عمرؓ سے فرمایا: انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ: قریش مجھ پر جس قدر برہم ہیں آپ سے پوشیدہ نہیں اور میں بھی ان کے حق میں بہتر نہیں ہوں، مکہ میں میرے خاندان بنی عدی میں سے بھی کوئی نہیں، اگر آپ عثمان بن عفان کو بھیج دیں تو مناسب ہوگا، اہل مکہ ان کی بے حد تعظیم کرتے ہیں۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو اپنے سفیر کے طور پر ابوسفیان اور دوسرے رؤسائے مکہ کے پاس بھیجا وہ انہیں اس بات کا یقین دلا کہ ہم صرف عمرہ کے لئے آئے ہیں کسی جنگ کے ارادے سے نہیں آئے۔ دوسرے ان کمزور مسلمانوں کو بھی خوش خبری سنا دیں جو اپنی کمزوری کی وجہ سے اسلام کا اقرار نہیں کر سکتے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ اہل اسلام اور اسلام کو فتح و کامرانی عطا کرے گا۔ یہ پیغام لے کر حضرت عثمانؓ اپنے عزیز ابان بن سعید کی پناہ میں مکہ مکرمہ داخل ہوئے اور رؤسائے مکہ کو اللہ کے رسول کا پیغام پہنچایا اور کمزور مسلمانوں کو خوشخبری سنائی۔ مکہ میں حضرت عثمانؓ کے عزیز ابان بن سعید نے آپ کو طواف کرنے کے لئے کہا تو آپؓ نے رسول اللہ ﷺ سے پہلے طواف کرنے سے منع کر دیا۔

اس بات کا چرچا جب قریش میں ہوا تو وہ سخت برہم ہوئے مگر وہ عشق رسول کو نہیں سمجھ سکے کہ کیسے عثمانؓ خود طواف کر لیں؟ اگر دیکھا جائے تو یہ قریش کا اکرام تھا مگر سفیر رسول ﷺ نے بڑی بہادری سے انکار کیا کیوں کہ مقصد پیش نظر کچھ اور تھا، ایسی ہی لازوال قربانیوں سے تحریکیں پہنچتی ہیں ان کو تازہ ہوا ملتی ہے جس سے وہ چمن زار و فصل بہار بن کر دنیا کے سامنے آتی ہیں۔

قریش مکہ نے عثمانؓ پر سختی شروع کر دی کہ وہ کسی طرح واپس نہ جانے پائیں جبکہ حضرت عثمانؓ بھی اپنی سفارتی مہم سے فارغ ہو گئے تو قریش نے ان کو روک لیا غالباً وہ چاہتے تھے کہ موجودہ مسئلہ پر صلح و مشورہ کر کے کوئی قطعی فیصلہ کریں تو اس دوران لشکر اسلام میں بعض حضرات آپس میں کہنے لگے کہ عثمان نہایت امن و سکون سے طواف کر رہے ہوں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب یہ سنا تو فرمایا کہ عثمان اگر ایک عرصہ بھی وہاں رہیں تو وہ اس وقت تک طواف نہیں کریں گے جب تک میں نہ کر لوں۔

جب کئی روز گزر گئے تو رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو بے چینی ہوئی کہ بہت دن ہو گئے اور عثمانؓ کی خبر نہ ملی، وہ مکہ ہی میں تھے کہ ایک دن یہ خبر مشہور ہو گئی کہ حضرت عثمانؓ مکہ میں شہید ہو گئے ہیں، یہ خبر جنگ کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ خبر بہت بڑی تھی رسول اللہ ﷺ پر اس کا بہت اثر ہوا آپ ﷺ نے فوراً جماعت صحابہ کو اکٹھا کیا اور فرمایا کہ فیصلہ کن جنگ کے بغیر یہاں سے نہیں جائیں گے۔ عثمان کے خون کا قصاص لینا فرض ہے یہ کہہ کر رسول اللہ ﷺ نے ببول کے درخت کے نیچے بیٹھ کر صحابہ کرام سے جانثاری کی بیعت لی۔ حضرت عمرؓ آپ کا ہاتھ تھامے ہوئے تھے۔ پھر آپ نے صحابہ کرام کو بیعت کی دعوت دی صحابہ کرام ٹوٹ پڑے اور اس بات کی بیعت کی کہ میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ نہیں سکتے، ایک جماعت نے موت پر بیعت کی، یعنی مر جائیں گے مگر میدان جنگ نہیں چھوڑیں گے سب سے پہلے ابوسنان اسدی نے بیعت کی۔ حضرت سلمہ بن اکوع نے تین بار بیعت کی شروع میں درمیان میں انہیں پھر رسول اللہ نے خود اپنا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: یہ عثمان کا ہاتھ ہے پھر جب بیعت مکمل ہو گئی تو حضرت عثمان بھی آگئے اور انہوں نے بھی بیعت کی۔³⁹

حضرت عثمانؓ کی جان اس لئے بھی قیمتی ہو گئی تھی کیوں کہ وہ منصب سفیر کی حیثیت سے مسلمانوں کی طرف سے گئے تھے رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق امر واقعہ یہ تھا کہ عثمان اللہ اور اس کے رسول کی تفویض کردہ خدمت پر گئے ہیں۔ قریش مکہ کو جب بیعت رضوان کا علم ہوا تو وہ نہایت خوفزدہ ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا چنانچہ وہ صلح کے لئے آمادہ ہو گئے اور نبی کریم ﷺ کو مصالحت کا پیغام بھیجا۔ حضرت عثمان کی سفارت ان کے جرات و شجاعت سے قریش مکہ کی طرف سفارت کے فرائض سرانجام دیئے اور اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر رسول اللہ ﷺ کے حکم کی بجا آوری میں مکہ کی طرف بے خوف و خطر روانہ ہو گئے اور مکہ میں بھی مشکل حالات میں بھی ثابت قدم رہے اور اس مشکل وقت میں بھی رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں کوئی کمی آنے نہیں دی جس کی مثال طواف سے انکار تھا۔

³⁹ مبارکپوری، صفی الرحمن، الر حقی المختوم، ص 544، المکتبہ سلفیہ لاہور

عہد نبوی کی سفارتی حکمت عملی کے نتائج اور اثرات

جب سفراء کرام کے باب کے تناظر میں دنیا کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس سارے حکمت عملی کے پیچھے رسول اللہ ﷺ کی اعلیٰ ذہانت و فطانت کے ساتھ وہ خارجی سوچ ہے جو آپ نے ممالک و اقوام کے تناظر میں اٹھایا۔ حالانکہ ایک نئی سلطنت اور ایک فکر کو اپنے قدم جمانے میں ساہا سال لگتے ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ کی 23 سالہ قلیل عرصہ اس بات پر شاہد ہے کہ آپ کی حکمت عملی یہ تھی کہ دنیا کو جنگوں اور طاقت کے زور پر زیر کرنے کے بجائے لوگوں کو فکر سے متعلق اپنی ذہنی وسعت کا اندازہ ہو جائے اور اس پیغام پر ان کو سوچنے کا موقع بھی مل سکے اور یہی وجہ ہے کہ بعض امراء نے تو وقت آپ کے پیغام کو پڑھتے ہی اس نئے نظام کا حصہ بنے اور بعضوں نے سوچ و بچار کے لیے مہلت مانگی۔

مختلف قوموں اور مملکتوں کے درمیان باہمی تعلقات اور دو طرفہ معاہدات کے لئے قدیم زمانے سے سفارتی سرگرمیاں تاریخ میں نظر آتی ہیں۔ جنگی معاملات اور تجارتی امور پر بھی اس ادارہ کے ذریعہ رابطہ قائم کیا جاتا تھا۔ اگرچہ خارجہ معاملات کے لئے کوئی باقاعدہ اور منظم سفارتی سرگرمیاں موجود نہ تھیں، نہ ہی سفارت خانوں کے متعلق دفاتر مختلف ممالک میں قائم ہوتے تھے، لیکن سیاسی طور پر اسے نمایاں مقام حاصل تھا۔

زمانہ جاہلیت میں سفارتی رابطے صرف اس وقت قائم کئے جاتے تھے جب دفاعی معاہدات طے کرنے ہوں یا کوئی اہم مشکل درپیش ہو، بعض اوقات محض سیاسی تعلقات بنانے کے بھی رابطہ قائم کیا جاتا تھا۔ لیکن رسول اکرم ﷺ کے ذمہ جو کام توحید کی اشاعت کا سونپا گیا تھا اس کے لئے ضروری تھا کہ سفارتی ادارہ کو زیادہ فعال اور منظم بنایا جائے۔ اسلام ایک آفاقی دین تھا، جس نے زمان و مکان کی حدود و قیود سے بالاتر ہو کر تمام انسانوں کی فلاح و سعادت کے لئے ایک جامع نظام حیات پیش کیا، اس نظام میں دعوت دین یا نظریہ کی اشاعت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، رسول اکرم ﷺ نے سفراء کے فرائض میں دعوت دین کے فرائض کو سب سے زیادہ اہمیت دی۔

خلاصہ کلام:

کسی بھی ابھرتی ہوئی تحریکی کی کامیابی اس کے اصول و مقاصد کی وجہ سے ہوتی ہے، مقاصد جتنے واضح ہوں گے، ان کو اختیار کرنا اور ان پر عمل پیرا ہونا اتنا ہی آسان ہوگا۔ پھر افراد کار بھی ان کو حاصل کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں اور وہی اس تحریک کو اوج کمال تک پہنچاتے ہیں۔ مشن محمدی ﷺ کی تکمیل مکہ میں نہ ہو سکی، فضا سازگار نہ تھی، حالات نامناسب تھے مگر اسلام کی آبیاری کے لئے مدینہ کی فضا نے وہ کمال دکھایا کہ اس کی گونج چاروں طرف سنائی دینے لگی۔ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ آئے تو آپ نے ایک ریاست کی تشکیل کی ضرورت محسوس کی اور آپ ریاست کے قیام کے طرف بڑھے تو آپ نے سب سے پہلے ریاست کو اندرونی پر خطرات سے محفوظ کیا اور اس کے اندرونی استحکام کے بعد خارجی تحفظ انتہائی ضروری اور اہم سمجھا۔ اسی لیے آپ نے اقوام و ممالک کے ساتھ تعلقات قائم کرنے پر زور دیا تاکہ ریاست مدینہ اور بین الاقوامی دنیا میں امن کا قیام ممکن ہو سکے۔

جب آپ حدیبیہ سے فارغ ہوئے تو شاہان مملکت کی طرف خطوط و سفارتیں بھیجیں۔ قوموں سے تعلقات کے قیام کے لیے قدیم زمانہ سے سفارت کاری، خطوط، وفود ایک اہم ذریعہ رہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ جب بیرون ممالک سے تعلقات کے قیام کی ضرورت محسوس کی تو آپ نے سفراء کو بھیجا اور ان کو اپنے مقصد سے روشناس کیا آپ نے سفراء کو جامع ہدایات کے ساتھ سفارت کاری کے لیے انتہائی اہم، صاحب فہم وزیر کار افراد کو بھیجا جو بلا خوف و خطر آپ کا پیغام پہنچا سکے۔ خطوط کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ رسول اللہ ﷺ خارجی تعلقات کے قیام میں مختلف سربراہان مملکت کو خطوط بھی بھیجے جن میں بعض نے آپ کے خط کو قبول کرتے ہوئے آپ کے دین میں داخل ہوئے بعض نے انکار کیا مگر کچھ وقت بعد اسلام کی شان و شوکت دیکھ کر زیر نگین ہو گئے۔



This work is licensed under a [Creative Commons attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International \(CC BY-NC-SA 4.0\)](https://creativecommons.org/licenses/by-nc-sa/4.0/)